Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 4, Issue 3
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

محمد احمد اعوان

پی۔ایچ۔ڈی اسکالر اُردو، یونیورسٹی آف سندھ

عبدالخالق

ایم۔فل اُردو، یونیورسٹی آف سندھ

آغا حشر کاشمیری کی شاعری کا تجزیاتی مطالعہ

Muhammad Ahmed Awan
Ph. D Scholar Urdu, University of Sindh, Jamshoro
Abdul Khalique
M. Phil Urdu, University of Sindh, Jamshoro

An Analytical Study Of Aagha Hashar's Poetry

Aagha Hashar Kashmiri is a renowned poet and dramatist. He is considered one of the pioneers of Modern Urdu theater and his work is known for his poetic language in his dramas. He also wrote many poems i.e. "Shukariya Europe", Moj-e-Zam Zam, Eid Mubarak, Sultan tipu and so on. His poetry has Romanism, socialism, alcoholism, sarcasm, humour and vulgarity. Romanticism was inherent in his poetry and beauty was part of his nature. That is why his poetry is full of romanticism. The essence of speech is prominent in his poems and songs. Imagination, figure carving, subtle elegance, informality, creativity, similes and metaphors are the distinguish characteristics of his Ghazals. He also uses vulgar and immortal words in his poetry but his poetry contains hope and philosophy of life. Aagha Hashar had a lasting impact on Urdu.

Key words: Moj-e-Zam Zam, Amrat Lal, Khitabat, Khair Salla, Silver King, Mirza Chonga, Shaheed-e-Naz, Sied-e-Hawis, Sanjar.

کلیدی الفاظ: تفریح طبع، موج زم زم، آغا حشر کاشمیری

اُردو ادب کے ممتاز ڈراما نگار آغا حشر کاشمیری (۱۸۷۹۔۱۹۳۵) بنیادی طور پر شاعر تھے۔[۱] اُنھوں نے نثر میں شاعری کی کیوں کہ ان کے ڈراموں کے زیادہ تر مکالمے منظوم ہیں۔ بچپن ہی سے ڈراما نگاری کے ساتھ ساتھ شاعری کی طرف راغب ہوگئے۔ شروع میں حافظ مقبول احمد کوکب سے اصلاح لی۔ اور پھر ان کے استاد فائز بنارسی کو اپنا کلام دکھانا شروع کر دیا۔ یہ کہا جاے تو بے جا نہ ہوگا کہ شاعری اُن کی طبیعت میں قدرت کی طرف سے ودیعت کر دی گئی تھی اور یہی وجہ ہے کہ اُنِ کے ڈراموں میں منظوم مکالموں کے علاوہ اشعار اور گیتوں کی کثرت پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی مثلاً نظم، غزل، رباعی مثنوی، مرثیہ وغیرہ اور ان سب اصناف میں قادر الکلام کی دلیل ہے۔[۲] ''شکریہ یورپ''، ''موج زم زم''، ''عید مبارک''، ''سلطان ٹیپو'' وغیرہم مشہور و معروف نظمیں ہیں۔

دوستوں کو شاعری کبھی تحت اللفظ اور کبھی ترنم کے ساتھ سناتے اور خوب داد پاتے۔ گھر والوں سے چھپ کر مقامی مشاعروں میں شریک ہوتے تھے کیوں کہ آغا حشر کے بزرگ مذہبی تھے اور شاعری کو معیوب سمجھتے تھے۔[۳]

آغا حشر نے شاعری کبھی بھی پوری توجہ کے ساتھ نہیں کی۔ دوستوں کی فرمائش یا تفریح طبع کے لیے اشعار موزوں کیے۔ اگر وہ شوق وذوق کے ساتھ شاعری کرتے تو بڑے شاعر ہوتے۔ وہ خود کہتے ہیں:

؎ حشرؔ میری شعر گوئی ہی ہے فقط فریاد شوق

اپنا غم دل کی زباں میں دل کو سمجھاتا ہوں میں ۴؎

آغا حشر دل لگی کے لیے شعر کہتے تھے۔ کیوں کہ اُن کی طبیعت حسن و عشق کی طرف مائل تھی اس لیے وہ خود کہتے ہیں کہ اُن کی غزل دراصل محبوب کی تصویر ہوتی ہے اور اُن کا ہر شعر مستی و رنگینی سے بھرپور ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں :

؎ میرے ہر شعر میں اے حشرؔ ہے مستی و رنگینی

غزل میری شباب یار کی تصویر ہوتی ہے ۵؎

جب ڈراما نگاری کا شوق سر چل کر بولا تو والدین کو مطلع کیے بغیر بنارس سے بمبئی چلے گئے۔ وہاں آغا شاعر قزلباش کے توسط سے نیو الفریڈ کمپنی کے مالک کاؤس جی سے ملاقات ہوئی۔ ۶؎

علیم الدین سالک لکھتے ہیں :

''اس وقت ان کی مسیں بھیگ رہی تھیں اور شکل وشباہت سے ظاہر نہ تھا۔ کہ کسی قابلیت کے مالک ہیں۔ کاؤس جی نے آپ کو اوپر سے نیچے تک دیکھا اور پوچھا آپ شاعر بھی ہیں۔ جواب میں آغا صاحب نے کہا کہ اس میں شک والی کونسی بات ہے۔ یقین نہ ہو تو امتحان لے لیں ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ وہ چائے پی رہا تھا۔ چائے کی پیالی میز پر رکھی تھی۔ اسنے ادھر اشارہ کیا اور کہا اس پر کوئی شعر کہئے آغا صاحب نے وہیں کھڑے کھڑے چند شعر گھڑ دیے جس پر وہ بہت خوش ہوا۔ مسٹر امرت لال نے آغا صاحب کی گفتگو او بدیہہ گوئی سے اندازہ لگایا کہ یہ طفل نوخیز ایک دن بڑا ڈراما نویس بن جائے گا۔'' ۷؎

شاعر کو فنِ شاعری کے مروجہ اصول وضوابط سے آگاہ ہونا بھی بے حد ضروری ہے۔ ایک نقاد کسی بھی شاعر کا ادبی مقام چند بنیادی خصوصیات کی بنیاد پر طے کرتا ہے جس میں کسی بھی شاعر کے خیالات، احساسات اور جذبات کو جاننے کے لیے کئی باتیں شامل ہیں مثلاً شاعر کا عہد، اس دور کے معاشی و معاشرتی حالات وغیرہ۔ اسی طرح شاعری کا فنِ اسلوب بہت اہم ہے جس کے ذریعے وہ داخلی وخارجی احساسات وجذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔ آغا حشر کا کلام کا بخوبی مطالعہ مذکورہ نکات کی روشنی میں کیا جارہا ہے :

(i) رومانیت :۔

رومانیت آغا حشر کی فطرت میں رچی بسی تھی۔ حسن اور خوب صورتی طبیعت کا حصہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری رومانیت سے پُر ہے۔ اُنھیں نہ صرف محبوب کے کتابی چہرے، نرگسیت، گلابی رخسار اور ظاہری سراپا سے لگاؤ تھا بلکہ قدرت کے حسین مناظر اور انسان کی باطنی خوبیوں پر بھی اشعار موزوں کیا کرتے تھے۔ جن کی مثالیں مندرجہ ذیل اشعار سے ملتی ہیں :

جہاں تیرا قدم دیکھا وہیں نقشِ جبیں پایا

ترے حُسن ستم کو بھی محبت آفریں پایا ۸؎

زیر نظر شعر میں شاعر کہتا ہے کہ ہم نے عشق و محبت میں سجدے کیے ہیں، جہاں تیرے قدم پڑا وہیں ہم نے اپنی پیشانی کو رکھ دیا۔ حسین لوگ ظلم وستم کیا کرتے ہیں لیکن ہم نے تیرے حسن وخوب صورتی کو بھی محبت کو پسند کرنے والا پایا ہے۔

محبت حشر سازِ حُسن کے تاروں کی جنبش ہے

اُسی سے روحِ شاعر نے سرودِ شکریں پایا ۹؎

عشق و محبت حسن و جمال کا نغمہ ہے۔ جہاں خوب صورتی ہوگی، وہاں حسن کا عاشق بھی ہوگا۔ یہاں حشر اپنی داخلی کیفیات کا ذکر کرتے ہیں۔ کیوں کہ حشر کی ساری زندگی حسن و عشق سے عبارت ہے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ اسی حسن کے ساز سے انھوں نے تسکین وشیرنی حاصل کی۔ الفاظ، محاورات، تشبیہ واستعارات اور تراکیب کشید کیں۔ نت نئے خیالات ذہن میں آئے۔ غرض یہ کہ اسی حسن و عشق نے انھیں شاعری کرنا سکھایا۔

تمہارے جلوۂ رخ سے شب امید روشن ہے

تمھیں ہم دل کی دنیا کا مہ داملِ سمجھتے ہیں ۱۰؎

(ii) خطابت :۔

آغا حشر کاشمیری کی شاعری میں خطابت کا جوہر نمایاں ہے کیوں کہ وہ ایک مایہ ناز خطیب بھی تھے اور مختلف جلسوں اور مناظروں میں تقاریر کر کے سامعین کو بے حد متاثر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ نظموں اور گیتوں میں پُر جوش اشعار موجود ہیں۔ آغا حشر کی خطیبانہ شاعری کا انداز جارحانہ ہے۔ اس میں امید کا پہلو نمایاں ہے جو مایوسی اور قنوطیت کو ختم کر دیتا ہے۔ ڈاکٹر مسز شمیم ملک لکھتی ہیں:

''۱۹۱۴ میں لاہور آئے۔ انجمن حمایت اسلام کا سالانہ جلسہ ہونے والا تھا اس کے لیے ایک فی البدیہہ نظم ''شکریہ یورپ'' تیار کی۔''۱۱

اس نظم کو بہت پسند کیا گیا کیوں کہ اس نظم میں مسلمانوں کے جذبات کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ یہ نظم ہندوستانی مومنین کا آئینہ دار تھی۔ اس کا پہلا شعر ہی پُر جوش ہے،

مدتوں سے نغمۂ توحید محو خواب تھا

سازِ ہستیٔ مسلماں تشنۂ مضراب تھا۱۲

اس شعر میں آغا حشر نے اس وقت کے مسلمانوں کی سرد مہری کو شاعرانہ پیرایے میں پیش کیا ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی نااُمیدی انتہا کو پہنچ چکی ہے اور وہ بے حسی کا شکار ہو گئے ہیں۔ اُن کا اللہ پر یقین کمزوری کا شکار ہے۔ وہ مزید کہتے ہیں:

؎ حق پرستوں کی اگر کی تو نے دل جوئی نہیں

طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں ۱۳

یہاں شاعر پر امید لہجے میں اللہ تبارک تعالیٰ سے کہہ رہے ہیں کہ اگر اب بھی تو نے ہماری مدد نہیں کی تو غیر مسلم یہ کہیں گے کہ مسلمانوں کا خدا کوئی نہیں ہے۔ ہماری تمام تمنائیں تجھی سے وابستہ ہیں اور تو ہی ہمارا چارہ گر ہے۔ آغا حشر دعائیہ انداز میں شعر موزوں کرتے ہیں:

؎ آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لیے

بادلو! ہٹ جاؤ دے دو راہ جانے کے لیے ۱۴

انسان جب بھی سچے دل کے ساتھ دعا کرتا ہے تو اس دعا کو رب تک پہنچنے سے کوئی نہیں روک سکتا ہے اور اگر انسان کی نیت صاف ہو تو دعا تو ضرور قبول ہوتی ہے لیکن اُس کے ساتھ ساتھ اللہ کا رحم بھی نازل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر خالد امین رقم طراز ہیں:

''ان کی ایک اور نظم 'موج زم زم' ملت اسلامیہ کرب ناک حالات کو پیش کرتی ہے۔ اس نظم کا بھی لب لباب یہی ہے کہ خدائی تائید اور مدد کے ذریعے دنیا کے بت کدے میں رحمتِ انسانیت ﷺ کے بھولے ہوئے پیغام کو پہنچایا جائے گا۔''۱۵ انھوں نے دوبارہ اسلاف سے رشتہ جوڑنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی ہے:

اے خدا دے زورِ دستِ خالدؓ و حیدرؓ ہمیں

پھر اُلٹنا ہے صفِ کفر و درِ خیبر ہمیں

مست تھی جس کے نشے سے سلمانؓ و بلالؓ

ہاں پلا دے پھر صہبائے کیف ہمیں ۱۶

مرتضیٰ احمد خان مے کش تحریر کرتے ہیں:

''حشر کی نظمیں شکریہ یورپ اور موج زم زم بہت مقبول ہیں۔ ان میں ان کی شاعرانہ فطرت اپنے ڈرامائی رجحانات کے ساتھ بے نقاب ہوئی ہے۔ یہ نظمیں کیا ہیں۔ شاعرانہ خطابت کا ایک بحر مواج ہیں۔ جس کا ہر شعر ایک اچھلتی ہوئی اور بپھرتی ہوئی لہر کا حکم رکھتا ہے۔ گویا ایک موج کے بعد دوسری موج نئی شان کے ساتھ مچلتی ہوئی آتی ہے۔''۱۷

(iii) تغزل

آغا حشر کی غزلوں میں تغزل پورے جوبن کے ساتھ موجود ہے۔ اُن کی غزلیں حسن و عشق کا مرقع ہیں۔ نازک مزاجی و نفاست، تخیل، پیکر تراشی، طرزِ نگارش، لطیف ظرافت، سوز و گداز، رمز و ایما، بے ساختگی، تخلیقیت، تشبیہات و استعارات وغیرہ ہم آغا حشر کی غزلوں کا خاصہ ہے۔ یہی وجہ ہے اُن کے ڈراموں کے اشعار میں بھی تغزل مکمل آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا مزاج غزل سے خاص مناسبت رکھتا ہے کیوں کہ وہ فی البدیہہ اشعار موزوں کرنے میں مہارت رکھتے تھے اور جب کہنا شروع کرتے تو ایسا لگتا کہ اشعار کا نزول ہو رہا ہے۔ ذیل میں آغا حشر کے تغزل کے حوالے سے چند اشعار نمونے کے طور پر پیش کیے جا رہے ہیں:

؎ نہ ذوقِ تماشا، نہ شوقِ جوانی

لیے جا رہی ہے کدھر، نوجوانی ۱۸؎

یہاں آغا حشر نے تجاہلِ عارفانہ کو استعمال کرتے ہوئے تغزل کی ایک نئی جہت کو متعارف کرایا ہے۔ یہ امر مسلم ہے کہ جوانی کا عالم ایک نشہ ہے جس میں بہکنے کے امکانات ہمیشہ رہتے ہیں۔ لیکن یہاں شاعر جوانی کی اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی انجان بن رہا ہے۔ گویا فلسفۂ زندگی کو تغزل کے ذریعے کمال فن سے بیان کیا ہے۔

آغا حشر کے کلام میں مجازی رنگ بدرجہ اتم موجود ہے، محبوب کی جفائیں اُس کو ستاتی ہیں تڑپاتی ہیں، محبوب کو یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تیری یاد میں تو میں نے دنیا کو بھلا رہا ہوں لیکن محبوب کیا تو نے بھی مجھے یاد رکھا یا بھلا دیا۔ میں نے تو اتنی بڑی قربانی دی کہ صرف تیرے خاطر سارے جہاں کو نظر انداز کر دیا۔ کیا تو نے بھی اس محبت کا پاس رکھا ہے؟

؎ یاد میں تیری جہاں کو بھولتا جاتا ہوں میں

بھولنے والے کبھی تجھ کو بھی یاد آتا ہوں میں ۱۹؎

؎ کیا معلوم تھا، عشق اس طرح ناچار کرتا ہے

دل اس کو جانتا ہے بے وفا، اور پیار کرتا ہے ۲۰؎

(iv) خمریات:

''یہ بنیادی طور پر شاعری کی اصطلاح ہے۔ ایسی شاعری جس میں شراب اور متعلقاتِ شراب کا بکثرت ذکر ہو اسے خمریات کہتے ہیں۔"

خمریات سے مراد شراب اور اس سے تعلق رکھنے والی اصطلاحات جیسے پیمانہ، ساقی، مے خانہ وغیرہ ہے۔ یہ اردو شاعری کی ایک بنیادی اصطلاح ہے جس کا ذکر بکثرت ملتا ہے۔ آغا حشر نے بھی اس کا استعمال جابجا کیا ہے۔

؎ یہاں ساقی مستانہ بھر دے میرا پیمانہ

بدمست گھٹا ہے، یا اڑتا ہوا میخانہ ۲۱؎

شاعر خمریات کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ موسم مستانہ ہے، گھٹا چھا رہی ہیں۔ ساقی بھی مستانہ اور دل فریب ہے۔ شاعر ساقی سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ پیمانہ بھر دے اور وہ شراب کے نشے میں اتنا ڈھت ہو جاتا ہے کہ اسے مے خانہ اڑتا ہوا نظر آتا ہے۔

؎ چھلک رہے ہیں بصد تجمل شراب نکہت سے ساغرِ گل

کہ بطنِ دوشیزۂ چمن سے ہوئے ہیں حُسن و شباب پیدا ۲۲؎

؎ یہی ایک عشوۂ رنگین سے دل کو مست کرتے ہے

وہ دختِ چاردہ سالہ جو ہے آغوش ساغر میں

اس شعر میں آغا حشر شراب و شباب کا ذکر نہایت ہی حسین پیرائے میں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شراب کے ساتھ محبوب کے وصال کا مزہ اپنا ہے۔ محبوب اور شراب لازم ملزوم ہیں۔ شراب کے نشے میں محبوب اور بھی زیادہ حسین نظر آتا ہے۔

(v) طنز و مزاح

آغا حشر کی طبیعت طنز و مزاح سے بھرپور تھی جس کا اظہار انھوں نے اپنے ڈراموں اور شاعری میں متعدد مقامات پر کیا ہے۔

؎ کل شب کو مجھے خواب میں اُلو نظر آیا

آنکھیں جو کھلیں تو سامنے، تو نظر آیا ۲۴؎

یہ شعر ڈراما خوب صورت بلا کا ہے۔ خیر سلا اور ماشاءاللہ دونوں شاعر ہیں۔ خیر سلا گرہ لگاتے ہوئے طنزیہ انداز میں ماشاءاللہ کو کہتا ہے کہ کل رات میں نے الو کو دیکھا اور جب میری آنکھ کھلی تو سامنے تو تھا۔ دراصل خیر سلا نے ماشاءاللہ کو الو سے تشبیہ دی ہے۔

؎ رات کو انڈا پکا یا وہ بھی کچا رہ گیا

مر گئے شاعر فقط الو کا پٹھا رہ گیا ۲۵؎

اس دفعہ خیر سلا پھر طنز کا تیر چلاتے ہوئے ماشاءاللہ کو الو کا پٹھا کہتا ہے۔

تو کیا جانے کہ یہ پیسا کہاں سے ہاتھ آیا ہے

رکھے روزے پہ روزے صبح کا کھانا بچایا ہے

بہت فاقے کیے یاروں کے گھر جا جا کے کھایا ہے

گرا پیسا جو کیچڑ میں تو دانتوں سے اُٹھایا ہے

پھٹے کپڑوں میں دن کاٹے مروت سب سے توڑی ہے

یہ کوڑی کوڑی کر کے اتنی مایا میں نے جوڑی ہے ۲۶

سلور کنگ عرف نیک پروین میں مرزا چونگا مزاحیہ کردار کہتا ہے کہ تجھے کیا معلوم کہ یہ پیسہ کتنی محنت سے حاصل کیا ہے۔ پیسے کے لیے میں نے روزے رکھے، فاقے کیے، کیچڑ میں سے پیسے اٹھایا اور پھٹے پرانے کپڑے پہن کر یہ مایا جوڑی ہے۔ اس شعر میں آغا حشر میں کنجوسی کو مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے۔

(vi)ابتذال

شاعری میں غیر مہذب، بازاری اور غیر اخلاقی الفاظ کا استعمال ابتذال کہلاتا ہے۔ آغا حشر نے اپنے ڈراموں کی شاعری میں ایسے اشعار موزوں کیے ہیں۔

ان کی زلفوں کالے لیا بوسہ

آج ہم نے دلاوری کر کے ۲۷

ڈراما شہیدِ ناز میں طوائف گیت میں یہ شعر گاتی ہے۔

ندیدے گدا کو بہت دل میں کوسا

بس اب ایک بیسن کا دے دو سنبوسہ

تمہاری اجازت کے بھوکے کھڑے ہیں

جوانی کے صدقے میں ہونٹوں کا بوسہ ۲۸

ڈراما صیدِ ہوس میں سنجر شہزادہ باغیچے میں یہ اشعار کہتا ہے۔

آغا حشر کاشمیری نے غزلوں، گیتوں اور ڈراموں کے منظوم مکالموں کے ذریعے اردو شاعری کو جدت عطا کی۔ انھوں متعدد زبانوں کے الفاظ و محاورات، تراکیب، تلمیحات، اساطیر وغیرہم کو اس طرح استعمال کیا جس سے ایک طرف تو ہندوستانی تہذیب اجاگر ہوتی ہے تو دوسری طرف فارسی، عربی، سنسکرت، پالی وغیرہم کی لفظیات کو کمالِ فن سے استعمال کیا ہے۔ ان کے ڈراموں کے گیتوں کی زبان مقفیٰ و مسجع ہے جب کہ اشعار سادہ اور فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ شعر خوانی پر مبنی ہے۔ ان گیتوں میں مقامی زبانوں کے الفاظ اور مخصوص اسلوب کو اختیار کیا گیا ہے۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ ان گیتوں کے ذریعے برِصغیر کی معاشرت کو بخوبی اجاگر کیا گیا ہے۔ سہلِ ممتنع نے شاعری کے ابلاغ کو موثر بنا دیا ہے۔ نیز دیگر زبانوں کے الفاظ کا استعمال آغا حشر کے لسانی شعور کا پتہ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری حسن و عشق کے ساتھ ساتھ لسانی، تہذیبی، تاریخی اور فکری خصوصیات کی حامل ہے۔ آغا حشر کاشمیری کے اشعار اُن کے ڈراموں میں جا بجا موجود ہیں جس سے اُن کے شعری ذوق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان ڈراموں کی شاعری میں مقامی پہناوے، رسم و رواج اور ثقافت کے ساتھ ساتھ مغربی لباس اور اقدار کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ اُنھوں نے خلافت سلطنتِ عثمانیہ کی آخری شمع کو روشن رکھنے کے لیے تحریکِ اتحادِ اسلامی کے لیے شاعری کا سہارا لیا۔ اس تحریک کے حوالے سے انھوں نے نہایت سبق آموز نظمیں موزوں کیں۔ ان کی غزلوں میں تغزل پورے آب و تاب سے موجود ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر انور سدید، ''اُردو ادب کی مختصر تاریخ''، طبع پنجم، عزیز بک ڈپو، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۴۰۰۔

۲۔ اے۔ بی۔ اشرف، ''آغا حشر اور اُن کا فن''، مکتبۂ میری لائبریری، لاہور، ۱۹۶۸، ص ۱۲۶۔

۳۔ ڈاکٹر مسز شمیم ملک، ''آغا حشر کاشمیری حیات اور کارنامے (تحقیقی و تنقیدی جائزہ)'' مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور، ۱۹۸۶، ص ۲۱۔

۴۔ سید محمد طفیل احمد بدر امروہی، ''تجلیاتِ حشر''، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، ؟، ص ۲۰۹۔

۵۔ ایضاً، ص ۲۰۸۔

۶۔ عشرت رحمانی، ''اُردو ڈراما کا ارتقا''، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، ۱۹۶۸، ص ۳۳۰۔

۷۔ ''تجلیاتِ حشر''، ص ۲۹۔

۸۔ ایضاً، ص ۲۱۱۔

۹۔ ایضاً۔

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۵۵۔

۱۱۔ آغا حشر کاشمیری حیات اور کارنامے (تحقیقی و تنقیدی جائزہ)''، ص ۴۰۹۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۴۱۰۔

۱۳۔ ایضاً، ص ۴۱۵۔

۱۴۔ ایضاً، ص ۴۱۴۔

۱۵۔ ڈاکٹر خالد امین، ''تحریکِ اتحادِ اسلامی کے اردو شاعری پر اثرات''، مشمولہ، شش ماہی، ''تحقیق''، شمارہ ۳۲، جام شورو، جولائی ۲۰۱۶، ص ۵۰۔

۱۶۔ آغا حشر کاشمیری حیات اور کارنامے (تحقیقی و تنقیدی جائزہ)''، ص ۴۱۹۔

۱۷۔ ''تجلیاتِ حشر''، ص ۲۰۹۔

۱۸۔ ایضاً، ص ۲۱۵۔

۱۹۔ ایضاً، ص ۲۱۹

۲۰۔ ایضاً، ص ۲۲۶۔

۲۱۔ ایضاً، ص ۲۳۵

۲۲۔ ایضاً، ص ۲۱۰۔

۲۳۔ ایضاً، ۲۱۲۔

۲۴۔ عشرت رحمانی، ''آغا حشر کے ڈرامے''، جلد سوم، مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور، ۲۰۰۱، ص ۸۰۔

۲۵۔ ''آغا حشر کے ڈرامے''، جلد سوم، ص ۸۱۔

۲۶۔ عشرت رحمانی، ''آغا حشر کے ڈرامے''، جلد دوم، مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور، ۱۹۹۷، ص ۳۶۵۔

۲۷۔ ''آغا حشر کے ڈرامے''، جلد دوم، ص ۲۳۔

۲۸۔ ''آغا حشر کے ڈرامے''، جلد دوم، ص ۱۷۱۔